

ڈال دیتی ہیں۔ امیدوں کو جھٹاؤ، اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں اور امیدیں
باندھنے والا فریب خورد ہے۔

--☆☆--

خطبہ (۸۵)

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محظوظ ہے جسے اس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہے، جس کا اندر وہی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے (یعنی اندوہ و ملال اسے چمٹا رہتا ہے اور خوف اس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے، (موت کو) جو دُور ہے اسے وہ قریب سمجھتا ہے اور سختیوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے، دیکھتا ہے تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے، (اللہ کو) یاد کرتا ہے تو عمل کرنے پر تل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمہ ہدایت کا) شیریں و خوشنگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ با آسانی پہنچ گیا ہے۔ اس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہمارا ستے پر چل پڑا ہے، شہتوں کا لباس اتار پھینکا ہے، (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہے۔ وہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصہ لینے سے دور رہتا ہے۔ وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت و گمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اس پر گامزن ہے، (ہدایت کے) بینار کو پہچان لیا ہے اور دھاروں کو طے کر کے اس تک پہنچ گیا ہے، محکم و سلیوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے۔ وہ لقین کی وجہ سے ایسے اجائے میں ہے جو سورج کی چمک دمک کے مانند ہے۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اوپر خیچ مقصد کو پورا کرنے کیلئے الٹ کھڑا ہوا ہے کہ

يُنِسِي الْذِكْرَ، فَاكُنْذِبُوا الْأَكْمَلَ فَإِنَّهُ غَرُورٌ،
وَصَاحِبُهُ مَغْرُورٌ.

-----☆☆-----

(۸۵) وَمِنْ خَلْقِهِ لَهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

عِبَادَ اللَّهِ! إِنَّ مِنْ أَحَبِّ عِبَادَ اللَّهِ إِلَيْهِ عَبْدًا أَعَانَهُ اللَّهُ عَلَى نَفْسِهِ، فَأَسْتَشْعَرُ الْحُرْزَ، وَ تَجْلِبَ الْخُوفَ، فَزَهَرَ مِضْبَاحُ الْهُدَى فِي قَلْبِهِ، وَ أَعْدَّ الْقِرْأَى لِيَوْمِهِ التَّازِلِ بِهِ، فَقَرَّبَ عَلَى نَفْسِهِ الْبَعِيدَ، وَ هَوَنَ الشَّدِيدَ، نَظَرَ فَأَبْصَرَ، وَ ذَكَرَ فَأَسْتَكْثَرَ، وَ ارْتَوَى مِنْ عَذْبِ فُرَاتٍ سُهْلَتْ لَهُ مَوَارِدُهَا، فَشَرِبَ نَهَلًا، وَ سَلَكَ سَبِيلًا جَدًّا. قَدْ خَلَعَ سَرَابِيلَ الشَّهْوَاتِ، وَ تَخَلَّى مِنَ الْهُمُومِ، إِلَّا هُمَّا وَاحِدًا اُنْفَرَدَ بِهِ، فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَلِيِّ، وَ مُشَارِكَةَ أَهْلِ الْهَوَى، وَ صَارَ مِنْ مَفَاتِيحِ أَبْوَابِ الْهُدَى، وَ مَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَّا.

قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَةً، وَ سَلَكَ سَبِيلَةً، وَ عَرَفَ مَنَارَةً، وَ قَطَعَ غَمَارَةً، اسْتَتَسَكَ مِنَ الْعُرَى بِأَوْثَقَهَا، وَ مِنَ الْحِبَالِ بِأَمْتَنَهَا، فَهُوَ مِنَ الْيَقِينِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ،

ہر مشکل کو جو اسکے سامنے آئے، مناسب طور سے حل کر دے، ہر فرع کو اسکے اصل و مأخذ کی طرف راجح کرے۔ وہ تاریکیوں میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا، الجھے ہوئے مسئلتوں کو سلجنچانے والا، گنجکلوں کو دور کرنے والا اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔ وہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھادیتا ہے اور کبھی چپ ہو جاتا ہے اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔

اس نے ہر کام اللہ کیلئے کیا تو اللہ نے بھی اسے اپنا بنا لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن اور اس کی زمین میں گڑی ہوئی بخش کی طرح ہے۔ اس نے اپنے لئے عدل کو لازم کر لیا ہے چنانچہ اس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے تو اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حدایتی نہیں جس کا اس نے ارادہ نہ کیا ہو اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو اور اس نے قصد نہ کیا ہو۔ اس نے اپنی باغِ ڈور قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اس کا رہبر اور وہی اس کا پیشوائے ہے۔ جہاں اس کا بارگراں اترتا ہے وہیں اس کا سامان اترتا ہے اور جہاں اس کی منزل ہوتی ہے وہیں یہ بھی اپنا پڑا اوڈال دیتا ہے۔

(اس کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہاں توں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کیلئے مکرو فریب کے چندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھار کھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ کہتا تو یہ ہے کہ: میں شبہات میں توقف کرتا ہوں

قدْ نَصَبَ نَفْسَهُ إِلَهٌ سُبْحَانَهُ فِي أَرْجَعِ الْأُمُورِ، مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ، وَ تَضَيِّعُ كُلِّ فَرْعٍ إِلَى أَصْلِهِ۔ مِضْبَاحٌ ظُلْمِيَّاتٍ، كَشَافٌ عَشَوَاتٍ، مِفْتَاحٌ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعٌ مُعْضَلَاتٍ، دَلِيلٌ فَلَوَاتٍ، يَقُولُ فِيْفِهِمْ، وَيَسْكُنُ فِيْسَلَمْ۔

قَدْ أَخْلَصَ إِلَهٌ فَاسْتَخْلَصَهُ، فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ، وَ أَوْتَادِ أَرْضِهِ۔ قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ الْعَدْلَ، فَكَانَ أَوَّلُ عَدْلِهِ نَفْعُ الْهُوَى عَنْ نَفْسِهِ، يَصْفُ الْحَقَّ وَ يَعْمَلُ بِهِ، لَا يَدْعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا، وَ لَا مَظْنَةً إِلَّا قَصَدَهَا، قَدْ أَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَائِدُهُ وَ إِمَامُهُ، يَحْلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقْلُهُ، وَ يَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ۔

وَ أَخْرُوْ قَدْ تَسْلُى عَالِيَاً وَ لَيْسَ بِهِ، فَاقْتَبَسَ جَهَآئِلَ مِنْ جُهَّاَلٍ وَأَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّاَلٍ، وَ نَصَبَ لِلنَّاسِ أَشْرَاكًا مِنْ حَبَّاَلٍ غُرُورٍ، وَ قَوْلٍ رُؤُورٍ، قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلَى أَرْأَئِهِ، وَ عَطَفَ الْحَقَّ عَلَى أَهْوَاءِهِ، يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ، وَ يُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ، يَقُولُ: أَقِفْ عِنْدَ الشَّبْهَاتِ، وَ

حالانکہ انہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کا قول یہ ہے کہ: میں بعدتوں سے الگ تھلک رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اسکی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سامنہ سے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آسکے اور نہ گراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ توزندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

اب تم کہاں جا رہے ہو؟ اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند، نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور کیوں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبی ﷺ کی عترت تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو وہیں انہیں بھی جگہ دو اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمہ ہدایت پر اترو۔

اے لوگو! خاتم النبیین ﷺ کے اس ارشادِ طلاق کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا): «ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مرد نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مرکر) بوسیدہ ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔»

جو باتیں تم نہیں جانتے ان کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو۔ اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہی چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و نا آشنا ہو۔ (جس شخص کی تم پر جھت تمام ہو) اور تمہاری کوئی جھت اس پر تمام نہ ہوا سے معدود سمجھو اور وہ میں ہوں۔

کیا میں نے تمہارے سامنے ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا اور ثقلِ اصغر (ابن بیت ﷺ) کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا، حلال و حرام کی

فِيهَا وَقَعَ، وَيَقُولُ: أَعْتَزِلُ الْبِدَاعَ، وَبَيْنَهَا اضطَاجَعَ، فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ، وَالْقُلْبُ قُلْبُ حَيَوَانٍ، لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَى فَيَتَبَعَهُ، وَلَا بَابَ الْعِلْمِ فَيَصُدُّ عَنْهُ، وَ ذُلِّكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ! .

﴿فَأَيْنَ تَذَكَّرُونَ﴾ وَ ﴿أَنِّي تُؤْفَكُونَ﴾ ! وَ الْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ، وَ الْأَيَّاتُ وَاضْحَاهٌ، وَ الْبَنَارُ مَنْصُوبَةٌ، فَأَيْنَ يُنَاهَا بِكُمْ؟ بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُونَ وَ بَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ؟ وَ هُمْ أَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَ أَعْلَامُ الدِّينِ، وَ الْسِّنَةُ الصِّدْقِ! فَإِنَّرُؤُهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ، وَرِدُّهُمْ وَرُوْدَ الْهَمِيمِ الْعِطَاشِ . أَيُّهَا النَّاسُ! خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَ لَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَ يَبْلُى مَنْ بَلَى مِنَّا وَ لَيْسَ بِبَالٍ». .

فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا تَعْرِفُونَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيهَا ثُنِكُرُونَ، وَ اعْذِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ . وَ أَنَا هُوَ .

أَلَمْ أَعْمَلْ فِيهِمْ بِالثَّقْلِ الْأَكْبَرِ؟! وَ أَثْرَكُ فِيهِمْ الثَّقْلَ الْأَصْغَرِ؟! وَ رَكَزْتُ فِيهِمْ رَأْيَةَ الْأَيْمَانِ، وَ قَفَّتُهُمْ عَلَى حُدُودِ

حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنانے اور اپنے قول و عمل سے حسن سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں اس میں اپنی رائے کو کافرمانہ کرو۔

[ای خطبہ کا ایک جزو شامیہ کے متعلق ہے]

یہاں تک کہ گمان کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں گے کہ بس اب دنیا بندی امیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انہیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی اور انہیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے کیلئے اتارتی رہے گی اور اس امت کی (گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) ان کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا، بلکہ یہ تو زندگی کے مزدوں میں سے چند شہد کے قدرے ہیں، جنہیں کچھ دیر تک وہ چوسمیں گے اور پھر سارے کاسار تھوک دیں گے۔

--☆☆--

الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ، وَ أَبْسُتُكُمُ الْعَافِيَةَ
مِنْ عَذْلِيٍّ، وَ فَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوفَ مِنْ قَوْلِيٍّ
وَ فَعْلِيٍّ، وَ أَرْيُتُكُمْ كَرَأْيَمَ الْأَخْلَاقِ مِنْ
نَفْسِيٍّ، فَلَا تَسْتَغْيِلُوا الرَّأْيَ فِيهَا لَا يُدْرِكُ
قَعْدَهُ الْبَصَرُ، وَ لَا تَتَغَلَّغُ إِلَيْهِ الْفِكَرُ.

[لو منہما]

حَتَّىٰ يَظْنَنَ الظَّانُ أَنَّ الدُّنْيَا
مَعْقُولَةٌ عَلَىٰ بَنَىٰ أُمَّيَّةَ، تَمْنَحُهُمْ
دَرَّهَا، وَ تُورِدُهُمْ صَفَوَهَا، وَ لَا يُرْفَعُ
عَنْ هُذِهِ الْأُمَّةِ سَوْطُهَا وَ
لَا سَيْفُهَا، وَ كَذَبَ الظَّانُ لِذِلْكَ.
بَلْ هِيَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيْذِ الْعَيْشِ
يَتَطَعَّمُونَهَا بُزْهَةً، ثُمَّ يَلْفِظُونَهَا
جُمْلَةً!.

--☆☆----

۴۔ پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ ارشاد اس امر کی قلعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہ السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعور زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے، مگر ماورائے محوسات کتنی ہی حقیقتی ایسی ہیں جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا کون بنا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جاسکتی کیونکہ منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیا جاسکے گا۔ یونہی شہدائے راہ خدا کے جونہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سکتے ہیں ان کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ وہ بظاہر مردہ نظر آتے ہیں، مگر قرآن ان کی زندگی کی شہادت دیتا ہے:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ طَبْلَ أَحْيَا هُوَ لَكُنْ لَّا تَشْعُرُونَ﴾

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ کہنا، بلکہ وہ جیتے جا سکتے ہیں، مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔ ۵۔

دوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَا تَخْسِبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاهُنَّ عَنْ دَارِ هَمْ يُزَرُّ قُونَ﴾^{۱۹۸}

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے انہیں مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں۔^{۲۰۰}

جب عام شہدائے راہ خدا کے بارے میں قلب وزبان پر پھرہ بٹھا دیا گیا ہے کہ نہ انہیں مردہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گرد نیں تلوار لکھنے اور کام وہن زہر کھلنے وقف ہو کر وہ گئے تھے کیونکہ زندہ جاویدہ ہوں گے۔

پھر ان حسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا نہیں ہوتے، بلکہ وہ اسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہاڑس کی محفوظ کی ہوئی ملیتیں اس وقت تک موجود ہیں تو جب مادی اسباب سے ممکن ہے تو کیا قادرِ مطلق کے احالة قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات و دیعث کر دیئے ہوں ان کے حسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بر کے متعلق پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

رَمْلُوهُمْ يَكُلُونِهِمْ وَدَمَائِهِمْ فِإِنَّهُمْ يُحْشَرُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأُوذِجُهُمْ تَشَحُّبُ دَمًا۔

انہیں انہی زخموں اور خون کی روایتوں کے ساتھ لیپیٹ دو، کیونکہ جب یہ قیامت میں مخصوص ہوں گے تو ان کے رگہائے گلو سے خون آبلا ہو گا۔^{۲۰۱}

۵۔ ”شقہ اکبر“ سے مراد قرآن اور ”شقہ اصغر“ سے اہل بیت علیہ السلام مراد ہیں۔ جیسا کہ پیغمبر ﷺ نے اپنے ارشاد ”إِنَّ تَارِكَ فِيهِمُ الشَّقْلَيْنِ“ میں لفظ ”شقیلین“ سے قرآن و اہل بیت علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تغیر کرنے کے چند وجوہ ہیں:

- پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیمات قرآن و سیرت اہل بیت علیہ السلام پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع پر ثقلیل و گراں گز رتا ہے، اس لئے انہیں ”شقیلین“ سے تغیر فرمایا ہے۔

- دوسری وجہ یہ ہے کہ ”شقہ“ کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں، جس کے محلِ احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ کر ان کی حفاظت کا سر و سامان کیا ہے، اس لئے انہیں ”شقیلین“ کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبر ﷺ نے راہ پیماۓ جادہ آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا ماتماع بے بہادر دے کر امت سے ان کی حفاظت چاہی ہے۔
- تیسرا وجہ یہ ہے کہ ان کی نفاست و گرانقدری کے پیش نظر انہیں ”شقیلین“ سے یاد کیا گیا ہے، کیونکہ ”شقہ“ کے معنی نہیں اور پاکیزہ شے

۱۹۸ سورہ آل عمران، آیت ۱۶۹۔

۲۰۰ منہاج ابراہم، ج ۶، ص ۲۱۲۔ تیسرا تحریر، ج ۳، ص ۳۹۔

کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے تحریر کیا ہے:

سَمِّيَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ الْفُرْقَانَ وَعِنْرَتَةَ ثَقَلَيْنَ، لَا إِلَهَ إِلَّا قَلْمَنْ كُلُّ نَفِيِّسٍ خَطِيرٍ مَصْوُبٍ،
وَهَذَا بِكُلِّ مَعْنَى مَعْدِنٌ لِلْعِلْمِ الْلَّدُنِيَّةِ وَالْأَسْرَارِ وَالْحُكْمِ الْعُلْيَّةِ وَ
الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ، وَلَذَا حَثَ عَلَيْهِ عَلَى الْإِقْتَدَاءِ وَالثَّمَسَكِ بِهِمْ وَالشَّعْلُمِ مِنْهُمْ، ثُمَّ
آخُقُّ مَنْ يُتَسَمَّكُ بِهِ مِنْهُمْ إِمَامُهُمْ وَعَالِمُهُمْ عَلَى بْنِ آدِي طَالِبٍ كَرَمَ اللَّهُ وَجْهَهُ لِمَا
قَدَّمَاهُ مِنْ مَزِيدٍ عَلَيْهِ وَدَفَائِقِ مُسْتَبِطَاتِهِ.

پیغمبر ﷺ نے قرآن اور اپنی عترت کا نام ”ثقلین“ رکھا ہے، یونکہ ”ثقل“، ہر قیس، عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا تجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکام شرعیہ کا غزن ہے۔ اسی لئے پیغمبر ﷺ نے ان کی اقتدا اور ان کے دامن سے وابستگی اور ان سے تحسیل علوم کیلئے امت کو آمادہ کیا اور ان میں سے تمسک کرنے جانے کے زیادہ تقدار امام و عالم آل محمد علی ا بن ابی طالب کرم اللہ و جہہ میں، آپؐ کی اس علی فراؤانی اور استبااط میں وقت پسندی کی بنا پر کہ جس کا ہم پہلے بتہ کرچکے ہیں۔ (صوات عن محقرة ص: ۹۰)

پیغمبر اکرم ﷺ نے چونکہ مقام تعبیر میں ”ستاب“ کی نسبت ”اللہ“ کی جانب دی ہے اور ”عترت“ کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اسے ”اکبر“ اور اسے ”اصغر“ سے تعبیر فرمایا ہے، ورنہ مقام تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیر اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

